

ولادتِ باسعاد اور حیاتِ طیبہ کے چار سال

ولادتِ باسعاد رسول اللہ ﷺ کو میں شعب بنی هاشم کے اندر ۹، ربیع الاول ۶ھ
عام الفیل یوم دشنبہ کو صبح کے وقت پیدا ہوئے۔ اس وقت نو شوال
کی تخت نشینی کا چالیسوائیں سال تھا اور ۲۲ ربیع اول ۶ھ کی تاریخ تھی۔ علام محمد سلیمان صاحب سلمان
منصور پوری[ؒ] اور محمود پاشا فکلی کی تحقیقی بھی ہے۔^۱

این سعد کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ نے فرمایا "جب آپ کی ولادت ہوئی
تو میرے جسم سے ایک نور نکلا جس سے نلک شام کے محل روشن ہو گئے۔ امام احمد نے حضرت عراض[ؓ]
بن ساریس سے بھی تقریباً اسی مضمون کی ایک روایت نقل فرمائی ہے۔^۲

بعض روایتوں میں بتایا گیا ہے کہ ولادت کے وقت بعض واقعات نبوت کے پیش نیئے کے
طور پر ظہور پذیر ہوتے، یعنی ایوان کسری کے چڑھ کنگوئے گر گئے۔ مجوس کا اتنی کردہ ٹھنڈا ہو گیا۔ بھروسہ
خشک ہو گیا اور اس کے گر جے منہدم ہو گئے۔ یہ بھی کی روایت ہے۔^۳ لیکن محمد غزالی نے اس
کو درست اسلام نہیں کیا۔^۴

ولادت کے بعد آپ کی والدہ نے عبد المطلب کے پاس پوستے کی خوشخبری بھجوائی۔ وہ شاداں و
فرحاں تشریف لاتے اور آپ کو خازکعبہ میں لے جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اس کا مشکراہ کیا اور
آپ کا نام **محمد** تجویز کیا۔ یہ نام عرب میں معروف نہ تھا۔ پھر عرب دستور کے
مطابق ساتویں دن ختنہ کیا۔^۵

سلہ تدبیخ خضری ۱/۲۲ ربیع للعالمین ۱/۳۸۹، ۳۹۰، اپلی کی تاریخ کا اختلاف عیسوی قوم کے اختلاف کا تبہہ ہے۔

۲۔ مختصر ایسرہ شیخ عبداللہ صدیق، این سعد ۶۳/۱۔

۳۔ ایضاً مختصر ایسرہ ص ۱۲۔

۴۔ دیکھئے فتح ایسرہ محمد غزال ص ۲۴۔

۵۔ ابن ہشام ۱/۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱ تاریخ خضری ۱/۹۲ ایک قول یہ ہے کہ آپ مختون (ختنہ کے ہوتے)
پیدا ہوئے تھے۔ دیکھئے تفعیل الفہوم ص ۲۷ مگر ابن قیم کہتے ہیں کہ اس بارے میں کوئی ثابت حدیث
نہیں دیکھئے زاد المعاد ۱/۱۸

آپ کو آپ کی والدہ کے بعد سب سے پہلے ابوہب کی وفاتی ثوبہ نے دو درپلایا۔ اس وقت اس کی گود میں جو بچہ تھا اس کا نام مسروح تھا۔ ثوبہ نے آپ سے پہلے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کو اور آپ کے بعد ابوشلمہ بن عبداللہ مخزومی کو بھی دو درپلایا تھا۔

عرب کے شہری باشندوں کا دستور تھا کہ وہ اپنے بچوں کو شہری امراض سے دور رکھنے **بنی سعد مک** کے لیے دو درپلانے والی بڑی عورتوں کے حولے کر دیا کرتے تھے تاکہ ان کے جسم طاقتور اور اعصاب مضبوط ہوں اور اپنے گھوارہ ہی سے خالص اور محسوس عربی زبان سیکھیں۔ اسی دستور کے مطابق عبدالمطلب نے دو درپلانے والی دایہ تلاش کی اور نبی ﷺ کو حضرت علیہ السلام بنت ابی ذؤیب کے حولے کیا۔ یہ قبیلہ بنی سعد بن بکر کی ایک خاتون تھیں۔ ان کے شوہر کا نام حارث بن عبد العزیز اور کنیت ابوکبش تھی اور وہ بھی قبیلہ بنی سعد ہی سے تعلق رکھتے تھے۔

حارت کی اولاد کے نام یہ چیز جو رضاعت کے تعلق سے رسول اللہ ﷺ کے بھائی بن تھے؛ عبداللہ، ایسراء، حدا فیا جذام، انبیاء کا لقب شیعہ مار تھا اور اسی نام سے وہ زیادہ مشہور ہوئیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کو گوکھلایا کرتی تھیں۔ ان کے علاوہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب جو رسول اللہ ﷺ کے پیغمبر سے بھائی تھے وہ بھی حضرت علیہ السلام کے داسٹے سے آپ کے رضاعی بھائی تھے۔ آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب بھی دو درپلانے کے لیے بنو سعد کی ایک عورت کے حولے کئے گئے تھے۔ اس عورت کی بھی ایک دن جب رسول اللہ ﷺ حضرت علیہ السلام کے پاس تھے آپ کو دو درپلا دیا۔ اس طرح آپ اور حضرت حمزہ دوسرے رضاعی بھائی ہو گئے ایک ثوبہ کے تعلق سے اور دوسرے بنو سعد کی اس عورت کے تعلق سے ہے۔

رضاعت کے دوران حضرت علیہ السلام نبی ﷺ کی برکت کے لیے ایسے مناظر دیکھے کر رہا تھا جیرت رہ گیئی۔ تفصیلات انہیں کی زبانی نہیں۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت علیہ السلام بیان کیا کرتی تھیں کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ اپنا ایک چھوٹا سا دو درپیتا۔ پھر لے کر بنی سعد کی کچھ عورتوں کے قافلے میں اپنے شہر سے باہر دو درپیئے والے بچوں کی تلاش میں نکلیں۔ یہ قحط سالی کے دن تھے اور قحط نے کچھ باقی نہ چھوڑا تھا۔ میں اپنی ایک سفید گدھی پر سوار تھی اور ہمارے پاس ایک اونٹی بھی تھی، لیکن بحمدنا اس سے ایک قطرہ دو درہ نہ ملکتا تھا۔ دو درہ بھوک سے بچے اس قدر بلکہ تھا کہ ہم رات بھر سو نہیں سکتے

تھے۔ نہ میرے یعنے میں بچھے کے لیے پکھڑا تھا۔ نہ اُنہیں اس کی خواہ کے سکتی تھی۔ بس ہم بارش اور خوشحالی کی آس لگانے بیٹھے تھے۔ میں اپنی گدھی پر سوار ہو کر چلی تو وہ کمزوری اور دُبّلے پن کے سب اتنی سُست رفتار تخلی کر پڑا قافلہ تنگ آگیا۔ خبر ہم کسی نہ کسی طرح دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مکہر پہنچ گئے۔ پھر ہم میں سے کوئی عورت ایسی نہیں تھی جس پر رسول اللہ ﷺ کو پیش نہ کیا گیا ہو مگر جب اسے بتایا جاتا کہ آپ ﷺ تیم ہیں تو وہ آپ کو یعنے سے اکھا کر کر دیتی، کیونکہ ہم بچے کے والدے والوں کی امید رکھتے تھے۔ ہم کہتے کہ یہ تو تیم ہے جلا اس کی بیوہ ماں اور اس کے دادا کیا دے سکتے ہیں۔ بس یہی وجہ تھی کہ ہم آپ کو لینا نہیں چاہتے تھے۔

ادھر حصی عورتیں میرے ہمراہ آئی تھیں سب کو کوئی زکوئی بچہ نہیں مل گیا صرف مجھے ہی کو نہ مل سکا جب طاپسی کی باری آئی تو میں نے اپنے شوہر سے کہاً فدا کی قسم! مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میری ساری سہیلیاں قوبچے سے کر جائیں اور تنہا میں کوئی بچہ لیے بغیر واپس جاؤں۔ میں جا کر اسی تیم بچے کو لیے لیتی ہوں۔ شوہرنے کہا کوئی حرج نہیں! ممکن ہے اللہ اسی میں ہمارے لیے برکت دے۔ اس کے بعد میں نے جا کر بچہ لے لیا اور محض اس بنابرے لیا کہ کوئی اور بچہ نہ مل سکا۔

حضرت علیہ السلام کہتی ہیں کہ جب میں بچے کو لے کر اپنے ڈیرے پر واپس آتی اور اسے اپنی آنکھ میں رکھا تو اس نے جس قدر چاہا دلوں یعنے دودھ کے ساتھ اس پر اعتماد پڑے اور اس نے شکم سیر ہو کر پیا۔ اس کے ساتھ اس کے بھائی نے بھی شکم سیر ہو کر پیا، پھر دلوں سو گئے ملا لانگا اس سے پہلے ہم اپنے بچے کے ساتھ سو نہیں سکتے تھے۔ ادھر میرے شوہر اُنہی دوہنے گئے تو دیکھ کر اس کا تھن دودھ سے بہر زی ہے۔ اہوں نے اتنا دودھ دہا کہ ہم دلوں نے نہایت آسودہ ہو کر پیا اور بڑے آرام سے رات گزاری۔ ان کا بیان ہے کہ صبح ہوتی تو میرے شوہرنے کہا جلما!
خدا کی قسم تمہنے ایک بار برکت روح حاصل کی ہے۔ میں نے کہا: مجھے بھی یہی موقع ہے۔

علیہ السلام کہتی ہیں کہ اس کے بعد ہمارا قافلہ روانہ ہوا۔ میں اپنی اسی خستہ حال گدھی پر سوار ہوئی اور اس بچے کو بھی اپنے ساتھ لیا، لیکن اب وہی گدھی خدا کی قسم پورے قافلے کو کاٹ کر اس طرح آگے تخلی گئی کہ کوئی گدھا اس کا ساتھ نہ پکڑ سکا۔ یہاں تک میری سہیلیاں مجھے کہنے لگیں: ”اوَا ابوذؤب
کی بیٹی! اسے یہ کیا ہے؟ ذرا ہم پر ہمارا نی کر۔ آخر ہم تیری دہی گدھی تو ہے جس پر تو سوار ہو کر آئی تھی؟“
میں کہتی ہوں: ”ہاں! بخدا یہ وہی ہے۔ وہ کہتیں، ”اس کا یقیناً کوئی خاص معاملہ ہے۔“

پھر ہم بوسعد میں اپنے گھروں کو آگئے۔ مجھے معلوم نہیں کہ اللہ کی روتے زمین کا کوئی خطہ ہمارے علاقے سے زیادہ قحط نہ ہوتا لیکن ہماری والپی کے بعد میری بکریاں چڑنے جاتیں تو آسودہ حال اور دودھ سے بھر پورا پس آتیں۔ ہم دوستے اور پیتے جبکہ کسی اور انسان کو دودھ کا لیک قطروہ بھی نصیب نہ ہوتا۔ ان کے جانوروں کے تھنوں میں دودھ سے سے رہتا ہی نہ تھا۔ حتیٰ کہ ہماری قوم کے شہری اپنے چرواحوں سے کہتے کہ کم بختوں ایسا نور وہیں چرانے لے جایا کہ وہاں ابو ذوب کی بیٹی کا چرواماںے جاتا ہے — لیکن تب بھی ان کی بکریاں بھجوکی والپس آتیں۔ ان کے اندر لیک قطروہ دودھ نہ رہتا جبکہ میری بکریاں آسودہ اور دودھ سے بھر پور پلشیں۔ اس طرح ہم اللہ کی ضر سے مسلسل اضافے اور خیر کا مشاہدہ کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ اس پیچے کے دو سال پورے ہو گئے اور میں نے دودھ چھڑا دیا۔ یہ پھر دوسرے بچوں کے مقابلے میں اس طرح بڑھ رہا تھا کہ دو سال پورے ہوتے ہوتے وہ کڑا اور گھٹیلا ہو چلا۔ اس کے بعد ہم اس پیچے کو اس کی والدہ کے پاس لے گئے۔ لیکن ہم اس کی جو بُرکت دیکھتے آتے تھے اس کی وجہ سے ہماری انتہائی خواہش یہی تھی کہ وہ ہمارے پاس رہے۔ مچنا پچھر ہم نے اس کی ماں سے لفتگوکی۔ میں نے کہا: کیوں نہ آپ اپنے پیچے کو میرے پاس ہی رہنے دیں کہ ذرا مضبوط ہو جاتے، کیونکہ مجھے اس کے متعلق تم کی ویاہ کا خلفہ ہے۔ تو پھر ہمارے مسلسل اصرار پر انہوں نے پھر ہمیں واپس دے دیا۔

واقعہ مشق صد | اس طرح رسول اللہ ﷺ مت رضاعت ختم ہونے کے بعد بھی بوسعد رسمیہ مبارک چاک کئے جلتے کہ واقعہ پیش آیا۔ اس کی تفصیل حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں مردی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لاستے۔ آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ حضرت جبریل نے آپ کو پکڑ کر لیا اور رسمیہ چاک کر کے دل نکالا۔ پھر دل سے ایک لوٹھڑا نکال کر فرمایا یہ تم سے شیطان کا حصہ ہے۔ پھر دل کو ایک طشت میں زمزم کے پانی سے دھویا اور پھر اسے جوڑ کر اس کی جگہ لوٹا دیا۔ ادھرنے پے دوڑ کر آپ کی ماں یعنی دایہ کے پاس پہنچے۔

شہ ابن ہشام ۱/۱۴۲، ۱۶۳، ۱۶۴ -

۹۰۰ عام سیرت بخاریوں کا یہی قول ہے لیکن ابن اسحاق کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ تیرے سال کا ہے دیکھتے ابن ہشام ۱/۱۴۵، ۱۶۳ -

اور کہنے لگے: محدث کر دیا گیا۔ ان کے گھر کے لوگ جھٹ پٹ پہنچے، دیکھا تو آپ کا لوگ آتا ہوا تھا
مال کی آخوشنی مجبت میں اس واقعے کے بعد علیہ کو خطرہ محسوس ہوا اور انہوں نے آپ
 کو آپ کی مال کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ آپ چھ سال کی عمر تک
 والدہ ہی کی آخوشنی مجبت میں رہے۔

ادھر حضرت آمنہ کا ارادہ ہوا کہ وہ اپنے متوفی شوہر کی یاد و فایں ثیرب یا کران کی قبر
 کی زیارت کریں۔ چنانچہ وہ اپنے قیمیں پے **محمد بن علی** صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خادم امام ایمن اور اپنے
 سرپرست عبدالمطلب کی معیت میں کوئی پانچ سو کیلومیٹر کی مسافت پڑھ کر کے مدینہ تشریف لے گئیں اور
 وہاں ایک ماہ تک قیام کر کے واپس ہوئیں، لیکن ابھی ابتداء راہ میں تھیں کہ بیماری نے آیا۔ پھر یہ
 بیماری شدت اختیار کرتی گئی یہاں تک کہ اور عینہ کے درمیان مقام ایوار میں پہنچ کر رحلت گئیں
داد کے سایہ شفقت میں اس قیمیں پوتے کی مجبت و شفقت کے ہذبات سے تپ رہا تھا۔

کیونکہ اب اسے ایک نیا چرکا لگا تھا جس نے پرانے زخم کریدیے تھے۔ عبدالمطلب کے ہذبات میں
 پوتے کے لیے ایسی رقت تھی کہ ان کی اپنی صلبی اولاد میں سے بھی کسی کے لیے ایسی رقت نہ تھی۔ چنانچہ
 قسم ترے آپ کو تنہائی کے جس صحرائیں لاکھڑا کیا تھا عبدالمطلب اس میں آپ کو تنہا چھوڑنے کے لیے
 تیار نہ تھے بلکہ آپ کو اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر چاہتے اور بڑوں کی طرح ان کا احترام کرتے تھے۔
 ابن ہشام کا بیان ہے کہ عبدالمطلب کے لیے خانہ کعبہ کے سامنے میں فرش بچایا جاتا۔ ان کے سامنے
 لڑکے فرش کے ارد گرد بیٹھ جاتے۔ عبدالمطلب تشریف لاتے تو فرش پہنچتے۔ ان کی عظمت کے پیش نظر
 ان کا کوئی لاکا فرش پر نہ بیٹھتا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو فرش ہی پہنچتے۔ ابھی
 آپ کم عمر پہنچے تھے۔ آپ کے چچا حضرات آپ کو پکڑ کر آتا رہتے۔ لیکن جب عبدالمطلب انہیں ایسا کرتے
 دیکھتے تو فرماتے، میرے اس بیٹھ کو چھوڑ دو۔ بجدا اس کی شان زدی ہے پھر انہیں اپنے ساتھ اپنے فرش
 پہنچایتے۔ اپنے ہاتھ سے پیٹھ سہلاتے اور ان کی نعل و حرکت دیکھ کر خوش ہوتے۔

آپ کی عمر ابھی ۸ سال دو مہینے دس دن کی ہوئی تھی کہ داد عبدالمطلب کا بھی سایہ شفقت الٹھ

گیا۔ ان کا انتقال مکہ میں ہوا اور وہ وفات سے پہلے آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کو جو آپ کے والد عبداللہ کے لئے بھائی تھے، آپ کی کفالت کی وصیت کر گئے تھے بلکہ

شفیق چچا کی کفالت میں [ایسا، آپ کو اپنی اولاد میں شامل کیا، بلکہ ان سے بھی بڑھ کر رانا۔ مزید اعزاز و احترام سے نوازا۔ چالیس سال سے زیادہ ہر سے تک قوت پہنچانی اپنی حمایت کا سایہ دراز رکھا اور آپ ہی کی بنیاد پر دوستی اور شمنی کی مزید وضاحت اپنی جگہ آرہی ہے۔

روزِ مبارک سے فیضان بارش کی طلب [ابن عباس نے جلہبہ بن عوف طے سے روایت کی ہے کہ میں مکہ آیا۔ لوگ تحفظ سے دو

چار تھے۔ قریش نے کہا، ابو طالب! وادیٰ قحط کا شکار ہے۔ بال پیچے کال کی زد میں ہیں۔ چلتے بارش کی دعا کیجئے۔ ابو طالب ایک پچھ ساتھ لے کر برآمد ہوتے۔ پچھے ابر آکو د سورج معلوم ہوتا تھا۔ جس سے گھٹنا بادل ابھی ابھی چھٹا ہو۔ اس کے ارد گرد اور بھی پیچے تھے۔ ابو طالب نے اس پیچے کا پانچ پاؤ کراس کی پیٹیجہ کعبہ کی دیوار سے نیک دی۔ پیچے نے ان کی انگلی پکڑ کر کھی تھی۔ اس وقت آسمان پر بادل کا ایک مکڑا نہ تھا۔ لیکن (لیکھتے ریکھتے) ادھر ادھر سے بادل کی آمد شروع ہو گئی اور الیسی دھوان دھار بارش ہوئی کہ وادی میں سیلاپ آگیا اور شہر و بیا باں شاداب ہو گئے۔ بعد میں ابو طالب نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے محمد ﷺ کی مدح میں کہا تھا۔

وَابِيضُ يُسْتَقِي الغَمَامُ بِوَجْهِهِ شَمَالُ النَّيَّارِ مَعِ عَصْمَةٍ لِلأَرَامِلِ^{۱۶}
”وہ خوبصورت ہیں۔ ان کے چہرے سے بارش کا فیضان طلب کیا جاتا ہے۔ تمیوں کے ماوی اور بیواؤں کے محافظ ہیں“

دیکھ رامب [بعض روایات کے مطابق] — جن کی استنادی حیثیت مشکوک ہے۔ جب آپ کی عمر بارہ برس اور ایک تفصیل قول کے مطابق بارہ برس دو مہینے دیں اللہ کی ہو گئی تو ابو طالب آپ کو ساتھ لے کر تجارت کے لیے ماکب شام کے سفر پر نکلے اور بصری پیچے بصری شام کا ایک مقام اور سوران کا مرکزی شہر ہے۔ اس وقت یہ بجزیرہ العرب کے

سالہ تلقیح الفہوم ص۳۔ ابن ہشام ۱۳۹/۱۵۶۔ غصر الریرہ شیخ عبد اللہ ص ۱۵۶۔

۱۶۔ یہ بات ابن جوزی نے تلقیح الفہوم ص۳ میں کہی ہے۔

رومی مقبوضات کا دارالحکومت تھا۔ اس شہر میں جرجیس نامی ایک راہب رہتا تھا جو سینیز کے قبضے سے معروف تھا، جب قافلے نے وہاں پڑا تو اسراہب اپنے گروہ سے نکل کر قافلے کے اندر آیا اور اس کی میزبانی کی جاتا تھا اس سے پہلے وہ کبھی نہیں نکلا تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے اوصاف کی بناء پر بچان لیا اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: یہ سید العالمین ہیں۔ اللہ انہیں رحمۃ للعالمین بناؤ کر سمجھیے گا۔ ابو طالب نے کہا: آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا: تم لوگ جب گھٹائی کے اس جانب نمودار ہوئے تو کوئی بھی درخت یا پتھر ایسا نہیں تھا جو سجدہ کے لیے جھک نہ گیا ہو اور یہ چیزوں نبی کے علاوہ کسی اور انسان کو سجدہ نہیں کریں۔ پھر اس انہیں مُہرِ نبوت سے پہچانتا ہوں جو شخص کے نیچے کری ذرم ہڈی) کے پاس سیب کی طرح ہے اور ہم انہیں اپنی کتابوں میں بھی پاتے ہیں۔

اس کے بعد سینیز راہب نے ابو طالب سے کہا کہ انہیں واپس کر دو ملک شام نے جاؤ کیونکہ یہود سے خطرہ ہے۔ اس پر ابو طالب نے بعض علماء کی معیست میں آپ کو مکہ دلپس بھج دیا۔

جنگ فخار آپ کی عمر پندرہ برس کی ہوئی تو جنگ فخار ہیش آئی۔ اس جنگ میں ایک طرف قریش اور ان کے ساتھ بنو کنانہ تھے اور دوسری طرف قیس عیلان تھے۔ قریش اور کنانہ کا کمانڈر حرب بن امیرہ تھا۔ کیونکہ وہ اپنے سن و شرف کی وجہ سے قریش و کنانہ کے زدیک بڑا مرتبہ رکھتا تھا۔ پہلے پہر کنانہ پر قیس کا پلہ بھاری تھا لیکن دوپہر ہوتے ہوتے قیس پر کنانہ کا پلہ بھاری ہو گیا۔ اسے حرب فخار اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں حرام ہیتنے دونوں کی حرمت چاک کی گئی۔ اس جنگ میں رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے گئے تھے اور اپنے چھاؤں کو تیر سر تھاتے تھے۔

حلف الفضول اس جنگ کے بعد ایک عُمرت والے ہمیٹنے ذی قعدہ میں حلف الفضول پیش آئی۔ چند قبائل قریش یعنی بنی باشم، بنی مطلب، بنی اسد بن عبد العزیز

علیٰ غصہ الریثہ شیخ عاشقہ صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ علیہ السلام ابرہام ۱۸۳، ترمذی وغیرہ کی روایت میں مذکور ہے کہ آپ کو حضرت بلالؓ کی معیت میں روانہ کیا گیا تھا ایک فاش غلطی ہے۔ بل اس وقت غالباً پیدا بھی نہیں ہوتے تھے اور اگر پیدا ہوتے تھے تو بھی بہر حال ابو طالب یا ابو بکرؓ کے ساتھ نہ تھے۔ زاد المعاو ۱۶/۱۔

بنی زہرہ بن کلاب اور بنی شیم بن مُزہ نے اس کا اہتمام کیا۔ یہ لوگ عبد اللہ بن جذعان بنی کے مکان پر جمع ہوتے۔ کیونکہ وہ سن و شرف میں متاز تھا۔ اور آپس میں عہد و پیمان کیا کہ مکہ میں جو بھی مظلوم نظر آتے گا۔ خواہ کے کارہنے والا ہو یا کہیں اور کائی سب اس کی مدد اور حمایت میں لڑ کھڑے ہوں گے اور اس کا حق دوا کر رہیں گے۔ اس اجتماع میں رسول اللہ ﷺ بھی تشریف فرمائے اور بعد میں شرف رسالت سے مشرف ہونے کے بعد فرمایا کرتے تھے، میں عبد اللہ بن جذعان کے مکان پر ایک ایسے معاهدے میں شرک تھا کہ مجھے اس کے عوض سُرخ اونٹ بھی پسند نہیں اور اگر (دور) اسلام میں اس عہد و پیمان کے لیے مجھے بلا یا جاتا تو میں بیک کھٹا۔^{۱۹}

اس معاهدے کی روح عصیت کی تھے اسے اٹھنے والی جاہلی محیت کے منافی تھی۔ اس معاهدے کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ زبید کا ایک آدمی سامان لے کر مکہ آیا اور عاص بن واہل نے اس سے سامان خریدا۔ لیکن اس کا حق روک لیا۔ اس نے حلیفت قبائل عبد الدار، مخزوم، بجح، سہم اور عَدُّی سے مدد کی درخواست کی۔ لیکن کسی نے توجہ نہ دی۔ اس کے بعد اس نے جبیل ابو قبیلیں پر چڑھ کر ملند آواز سے چند اشعار پڑھے۔ جن میں اپنی داستان مظلومیت بیان کی تھی۔ اس پر زبیر بن عبد المطلب نے دڑ دھوپ کی اور کہا کہ یہ شخص یہ پار و مدار کیوں ہے؟ ان کی کوشش سے اور پر ذکر کئے ہوئے قبائل جمع ہو گئے۔ پہلے معاهدہ طے کیا اور پھر عاص بن واہل سے اس زبیدی کا حق دلایا تھا۔

جفاکشی کی زندگی عنوان شباب میں رسول اللہ ﷺ کا کوئی معین کام نہ تھا، البتہ یہ خبر متواتر ہے کہ آپ بکریاں پر اتے تھے۔ آپ ﷺ نے بنی سعد کی بکریاں چاہیں^{۲۰} اور مکہ میں بھی اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط کے عوض چراتے رہے۔ پچھیں سال کی عمر ہوئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال لے کر تجارت کے لیے مکہ شام تشریف لے گئے۔ این اسحاق کا بیان ہے کہ خدیجہ بنت خوبیلہ ایک معوز مالدار اور تاجر خاتون تھیں۔ لوگوں کو اپنا مال تجارت کے لیے دیتی تھیں اور مصادرت کے اصول پر ایک حد طے کر لیتی تھیں۔ پورا قبیلہ قریش ہی تاجر پیشہ تھا، جب اپنیں

۱۹۔ این ہشام ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶ مختصر السیرۃ شیخ عبد اللہ صفت، ۲۱۔

۲۰۔ ایضاً مختصر السیرۃ صفت، ۲۱۔ ۲۱۔ این ہشام ۱۹۹، ۲۱۔

۲۲۔ صحیح بخاری۔ الاجارات، باب علی الفتن علی قراریط ۳۰۱/۱۔

رسول اللہ ﷺ کی راست گئی امانت اور مکار مخلوق کا علم ہوا تو انہوں نے ایک پیغام کے ذریعے پیش کش کی کہ آپ ان کا مال لے کر تجارت کے لیے ان کے غلام میسرہ کے ساتھ ملک شام تشریف لے جائیں۔ وہ دوسرے تاجر دن کو جو کچھ درتی ہیں اس سے بہتر اجرت آپ کو دیں گی۔ آپ نے یہ پیش کش قبول کر لی۔ اور ان کا مال لے کر ان کے غلام میسرہ کے ساتھ ملک شام تشریف لے گئے تھے۔

حضرت خدیجہ سے شادی جب آپ مکہ اپس تشریف لاتے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ماں میں ایسی امانت و برکت دیکھی جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی اور ادھران کے غلام میسرہ نے آپ کے شیریں اخلاق، بلند پایہ کردار موزوں انسان فکر راست گئی اور امانت دارانہ طور طریق کے متعلق اپنے مشاہدات بیان کیے تو حضرت خدیجہ کو اپنا گمگشته گوہ مطلوب دستیاب ہو گیا۔ اُس سے پہلے بڑے بڑے سردار اور رئیس ان سے شادی کے خواہاں تھے۔ لیکن انہوں نے کسی کا پیغام منظور نہ کیا تھا۔ آپ انہوں نے اپنے دل کی بات اپنی سیلی نفیسہ بنت منبہ سے کہی اور نفیسہ نے جاکر بنی ﷺ سے گفت و شنید کی۔ آپ ﷺ راضی ہو گئے اور اپنے چھاؤں سے اس معاملے میں بات کی۔ انہوں نے حضرت خدیجہ کے چھاۓ بات کی اور شادی کا پیغام دیا۔ اسکے بعد شادی ہو گئی۔ نکاح میں بنی ہاشم اور رؤسائے معصرہ شریک ہوئے۔

یہ ملک شام سے والپی کے دو ہمینے بعد کی بات ہے۔ آپ ﷺ نے مہر میں میں اونٹ دیئے۔ اس وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی اور وہ نسب و دولت اور سوچ بوجھ کے حافظ سے لپنی قوم کی سب سے معزز اور افضل خاتون تھیں۔ یہ سیلی خاتون تھیں جن سے رسول اللہ ﷺ نے شادی کی اور ان کی وفات تک کسی دوسری خاتون سے شادی نہیں کی۔^{۲۲} ابراہیم کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی بقیہ تمام اولاد انہی کے بطن سے تھی۔ سب سے پہلے قاسم پیدا ہوئے اور انہی کے نام پر آپ کی کنیت ابوالقاسم پڑی۔ پھر زینب، رقیہ، ام کلثوم قاطمہ اور عبد اللہ پیدا ہوئے۔ عبد اللہ کا القتب طیب اور طاہر تھا۔ آپ ﷺ کے سب پنچے

بچپن ہی میں انتقال کر گئے ابوہبیوں میں سے ہر ایک نے اسلام کا زمانہ پایا۔ مسلمان ہوتیں اور ہجرت کے شرف سے مشترف ہوتیں لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سواباتی سب کا انتقال آپ کی زندگی ہی میں ہو گیا۔ حضرت فاطمہ کی وفات آپ کی رحلت کے چھ ماہ بعد ہوئی۔^{۴۵}

کعبہ کی تعمیر اور حجراً سود کے تازہ عہد کا فیصلہ | آپ ﷺ کی عمر کا پنجمین سال تھا کہ قریش نے نئے سرے سے خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی۔ وجہ یہ تھی کہ کعبہ صرف قدسے کے کچھ اونچی چہار دیواری کی شکل میں تھا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے زمانے ہی سے اس کی بلندی ۹ ہاتھ تھی اور اس پر بچت نہ تھی۔ اس کی غیبت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ چوروں نے اس کے اندر رکھا ہوا خزانہ چڑایا۔ اس کے علاوہ اس کی تعمیر پر ایک طویل زمانہ گذر چکا تھا۔ عمارت خشکی کا سکارہ ہو چکی تھی اور دیواریں بچٹ گئی تھیں۔ اور اسکی ایک زوردار سیلاہ آیا۔ جس کے بھاؤ کا رُخ خانہ کعبہ کی طرف تھا۔ اس کے نتیجے میں خانہ کعبہ کسی بھی لمبے طبقہ سکتا تھا۔ اس لیے قریش مجبور ہو گئے کہ اس کا مرتبہ و مقام برقرار رکھنے کے لیے اسے از سر ز تعمیر کریں۔

اس مرحلے پر قریش نے یہ متفقہ فیصلہ کیا کہ خانہ کعبہ کی تعمیر میں صرف حلال رقم ہی استعمال کریں گے۔ اس میں رندھی کی اجھرت، سُود کی دولت اور کسی کا ناحق لیا ہوا مال استعمال نہیں ہو جائے گے۔ اسی تعمیر کے لیے پرانی عمارت کو ڈھانا ضروری تھا، لیکن کسی کو ڈھانے کی جرأت نہیں ہوتی تھی بالآخر ولید بن مغیرہ مخدومی نے ابتداء کی۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ اس پر کوئی آفت نہیں ٹوٹی تو باقی لوگوں نے بھی ڈھانا شروع کیا اور جب قاعدہ براہمیم تک ڈھانے پکے تو تعمیر کا آغاز کیا۔ تعمیر کے لیے الگ الگ ہر قبیلے کا حصہ مقرر تھا اور ہر قبیلے نے علیحدہ علیحدہ پتھر کے ڈھیر لگا رکھے تھے۔ تعمیر شروع ہوئی۔ باقی ملکی ایک روپی مختارگان تھا۔ جب عمارت حجراً سود تک بلند ہو چکی تو یہ جھگڑا اٹھ کر ٹھا ہوا کہ حجراً سود کو اس کی جگہ رکھنے کا شرف و امتیاز کسے حاصل ہو۔ یہ جھگڑا چار پانچ روز تک جاری رہا اور رفتہ رفتہ اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ معلوم ہوتا تھا سر زمین حرم میں سخت خون خرا بہوجاتے گا۔ لیکن الٰہیت مخدومی نے یہ کہ کر فیصلے کی ایک صورت پیدا کر دی کہ مسجد حرام کے دروازے سے دو کے دن جو سب سے پہلے داخل ہوئے اپنے

۴۵ این ہشام ۱۹۰۱ء، ۱۹۱ فہرست ایسرہ ص ۶۰۔ فتح الباری ۷/۱۰۵۔ تاریخی مصادر میں قدرے اختلاف ہے میرے نزدیک جو راجح ہے میں نے اسی کو درج کیا ہے۔

مجھکرے کا حکم مان لیں۔ لوگوں نے یہ تجویز منظور کر لی۔ اللہ کی مشیت کہ اس کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی تشریف لائے۔ لوگوں نے آپ کو دیکھا تو صحیح پڑے کہ هذا الامین و رضیتہ هذا محمد ﷺ یہ امین ہیں۔ ہم ان سے راضی ہیں یہ محمد ﷺ ہیں ॥ پھر جب آپ ان کے قریب پہنچے اور انہوں نے آپ کو معاملے کی تفصیل بتائی تو آپ نے ایک چادر طلب کی زیست میں جھراسود کھا اور تنازعہ قبائل کے سرواروں سے کہا کہ آپ سب حضرات چادر کا نارہ پکڑ کر اپر اٹھائیں۔ انہوں نے اسا ہی کیا۔ جب چادر جھراسود کے مقام تک بیٹھ گئی تو آپ نے اپنے دست مبارک سے جھراسود کو اس کی مقررہ جگہ پر رکھ دیا یہ بڑا معقول فیصلہ تھا۔ اس پر ساری قوم راضی ہو گئی۔

ادھر قریش کے پاس مالِ حلال کی کمی پڑ گئی اس لیے انہوں نے شمال کی طرف سے کعبہ کی لمبائی تقریباً چھر ہاتھ کم کر دی۔ یہی نکلا جھر اور خطیم کھلا تاہے۔ اس دفعہ قریش نے کعبہ کا دروازہ زمین سے خاصابند کر دیا تاکہ اس میں وہی شخص داخل ہو سکے جسے وہ اجازت دیں۔ جب دیواریں پندرہ ہاتھ بلند ہو گئیں تو اندر چھرستون کھڑے کر کے اور پر سے چھت ڈال دی گئی اور کعبا پنی مکمل کے بعد قریب چھو کو شکل کا ہو گیا۔ اب غاذ کعبہ کی بلندی پندرہ میٹر ہے۔ جھر اسود والی دیوار اور اس کے سامنے کی دیوار یعنی جنوبی اور شمالی دیواریں دس دس میٹر ہیں۔ جھر اسود مطافات کی زمین سے ڈیڑھ میٹر کی بلندی پر ہے۔ دروازے والی دیوار اور اس کے سامنے کی دیوار یعنی پورب اور پچھم کی دیوار ۱۲ میٹر ہیں۔ دروازہ زمین سے دو میٹر بلند ہے۔ دیوار کے گرد نیچے ہر چہار جانب سے ایک بڑھے ہوتے کوئی نماضی کا گھیرا ہے جس کی اوسط اوپھائی ۲۵ میٹری میٹر اور اوسط چوڑائی ۱۰ میٹر ہے۔ اسے شاذ روان کہتے ہیں۔ یہ بھی دراصل بیت اللہ کا جزو ہے لیکن قریش نے اسے بھی

چھوڑ دیا تھا۔^۲

بُوئے پہلے کی اجمالی سیرت | نبی ﷺ کا وجود ان تمام خوبیوں اور کمالات کا جامع تھا جو متفرق طور پر لوگوں کے مختلف طبقات میں پائے جلتے ہیں۔ آپ ﷺ اصحاب تک روشنی اور حق پسندی کا بلند مینار تھے۔ آپ ﷺ کو حسن فراست پختگی فکر اور

۱۷۳ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ابن ہشام ار ۱۹۲ تا ۱۹۴ صفحہ ایروہ ص ۶۳، ۶۴۔ صحیح بخاری ہاب فضل مکہ و فیضا نہا

و دلیل و قصد کی درستگی سے حفظ و افر عطا ہوا تھا۔ آپ ﷺ اپنی طویل خاموشی سے مسل نور و خوض، دامی تفکیر اور حق کی کریمیں مد دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی شاداب عقل اور روش فطرت سے زندگی کے صحیفے، لوگوں کے معاملات اور جماعتیں کے احوال کا مطالعہ کیا اور جن خرافات میں پر سب لدت پر تھیں ان سے سخت پیزاری محسوس کی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان سب سے دامن کش رہتے ہوئے پوری بصیرت کے ساتھ لوگوں کے درمیان زندگی کا سفر لے کیا یعنی لوگوں کا جو کام اچھا ہواں میں شرکت فرماتے ورنہ اپنی مقررات تھائی کی طرف پلٹ جاتے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے شراب کو کبھی منہ نہ لکھایا، آتناں کا ذیحہ نکھایا اور بُنوں کے یہے مناسے جانے والے ہوا اور میلوں ٹھیلوں میں کبھی شرکت نہ کی۔

آپ کو شروع ہی سے ان باطل معبودوں سے اتنی نفرت تھی کہ ان سے بڑھ کر آپ کی نظر میں کوئی چیز مبغوض نہ تھی حتیٰ کہ لات و عزائم کی قسم سنابھی آپ کو گوارا نہ تھا^{۱۳}

اس میں شبہ نہیں کہ تقدیر نے آپ پر حفاظت کا سایہ ڈال رکھا تھا۔ چنانچہ جب بعض دنیاوی تہذیبات کے حصول کے لیے نفس کے جذبات متحرک ہوئے یا بعض ناپسندیدہ رسم و رواج کی پیرادی وہ طبیعت آمادہ ہوئی تو عنایتِ ربِ الٰہی دخیل ہو کر رکاوٹ بن گئی۔ ابن اثیر کی ایک روایت ہے کہ عَوْلَ اللَّهِ ﷺ نے فرمایا: اہل جاہلیت جو کام کرتے تھے مجھے دو دفعہ کے علاوہ کبھی ان کا خیال نہیں گزرا لیکن ان دونوں میں سے بھی ہر دفعہ اللہ تعالیٰ نے میرے اور اس کام کے درمیان رکاوٹ ڈال دی۔ اس کے بعد پھر کبھی مجھے اس کا خیال نہ گزرا یہاں تک کہ اللہ نے مجھے اپنی پیغمبری سے مشرف فرمادیا۔ ہوا یہ کہ جو رکا بالائی مکہ میں میرے ساتھ بکریاں چڑایا کرتا تھا اس سے ایک رات میں نے کماہ کیوں نہ تم میری بکریاں دیکھو اور میں مکہ جا کر دوسرے جوانوں کی طرح وہاں کی شباز قصہ گوئی کی مغل میں شرکت کر لوں! اس نے کہا تھیک ہے۔ اس کے بعد میں بھلا اور ابھی مکہ کے پہلے ہی گھر کے پاس پہنچا تھا کہ بلاجے کی آواز سنائی پڑی۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا فلاں کی فلاں سے شادی ہے۔ میں سنتے بیٹھ گیا اور اللہ نے میرا کان بند کر دیا اور میں سو گیا۔ پھر سوچ کی تمازت ہی سے میری آنکھ کھلی اور میں اپنے ساتھی کے پاس واپس چلا گیا۔ اس کے پوچھنے پر میں نے تفصیلات بتائیں۔ اس کے بعد ایک رات پھر میں نے یہی بات کہی اور مکہ پہنچا تو پھر اسی رات کی طرح کا واقعہ

^{۱۳} میکھر کے واقعہ میں اس کی دلیل موجود ہے۔ دیکھئے ابن ہشام ۱۲۸/۱

پیش آیا اور اسکے بعد پھر کبھی غلط ارادہ نہ ہوا۔

سچ بخاری میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ جب کعبہ تعمیر کیا گیا تو نبی ﷺ اور حضرت عباسؓ پھر ڈھونے تھے۔ حضرت عباسؓ نے نبی ﷺ سے کہا، اپنا تمہندا اپنے کندھے پر رکھ لو۔ پھر سے حفاظت ہے گی، لیکن جو شی آپ نے ایسا کیا آپ زمین پر جا گئے۔ نگاہیں آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔ افاقت ہوتے ہی آواز لکھاں میرا تمہندا میرا تمہندا اور آپ کا تمہندا آپ کو باندھ دیا گیا۔ ایک روایت کے حفاظت یہ ہے کہ اس کے بعد آپ کی شرمگاہ کبھی نہیں دیکھی گئی۔^{۱۰} نبی ﷺ اپنی قوم میں شیریں کردار، فاضلانہ اخلاق اور کرم بہانہ عادائے حفاظت سے ممتاز تھے۔

چنانچہ آپ سب سے زیادہ پامروت، سب سے خوش اخلاق، سب سے معوز ہمایہ، سب سے بڑھ کر دُور اندیش، سب سے زیادہ راست گو، سب سے زم پہلو سب سے زیادہ پاک نفس، انہر میں سب سے زیادہ کرم، سب سے نیک عمل، سب سے بڑھ کر پابندِ عہد اور سب سے بڑے امانت دار تھے، حتیٰ کہ آپ کی قوم نے آپ کا نام ہی "ایمن" رکھ دیا تھا کیونکہ آپ احوال صالح اور خصالِ حمیدہ کا پیکر تھے۔ اور جیسا کہ حضرت نبی ﷺ کی شہادت ہے "آپ ﷺ در ماندوں کا بوجواٹھا تھا تھے، تہی دستوں کا بندوبست فرماتے تھے، مہماں کی میزبانی کرتے تھے اور مصائب حتیٰ میں اعانت فرماتے تھے۔"



^{۱۰} اس حدیث کو حاکم فہیجی نے صحیح کہا ہے لیکن ابن کثیر نے البدری و النہایہ ۲۰۰ میں اس کی تضعیف کی ہے۔

نکہ صبح بخاری باب بنیان الکعبہ ۱/۳۵۵ نکہ صبح بخاری ار ۳۔